Al-Qalam القلم
p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:26, Issue:1, 2021; pp. 86-101

خراجی اراضی اور خراج کی مقدار سے متعلقہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ کار اور عصری اطلاقات

The method of the Holy Prophet in the "Khirajī" lands, "Khirāj" And modern applications

Hafiz Naeem Hafeez *(corresponding author)*
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.
Email: hafiznaeemhafeez@gmail.com

Hafiz Asif Ismail
M.Phil. Scholar, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore

KEYWORDS

KHARAJ, LAND TAX, RIGHTS, NON-MUSLIMS, PROPHET MUHAMMAD (PBUH)

Date of Publication:
26-06-2021

ABSTRACT

Islam is a universal religion and it assurances the right of every segment of society. Besides the rights of Muslims, Islam enjoins that Non-Muslims must be treated with kindness and gentleness. The principles given by Prophet Muhammad (PBUH) guarantee that the rights of Non-Muslims should not be violated. For instance, the lands obtained by Non-Muslims and the implication of Kharaj (revenue tax) on those lands is a magnificent example of the protection of their rights. This article sheds light upon the definition of Kharaj, the method of the collection and the calculation of land tax. This article also highlights that in which form that land tax will be collected from Non-Muslims and various incidences from Islamic History is also narrated to make Kharaj applicable in the modern era.

تمہید:

غیر مسلموں سے صلح کر لینے یا بزورِ قوت فتح حاصل کر لینے کے بعد اُن کی اراضی کے متعلقہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے تین طرح کی روایات ملتی ہیں: 1۔ان زمینوں کو غنیمت شمار کر کے ان پر غنیمت کے احکام کا اطلاق کیا جائے۔ 2۔ایسی زمینوں کا معاملہ امام کی صوابدید پر ہے، وہ چاہے تو غنیمت میں شمار کرتے ہوئے تقسیم کر دے اور چاہے تو فئ قرار دے کر اس کو نہ بانٹے۔ 3۔ایسی زمینوں کو غنیمت اور فئ قرار نہ دیا جائے بلکہ وہ اراضی ازراہِ احسان انھیں کو واپس کر دی جائیں اور اُن پر خراج عائد کر دیا جائے، ایسی اراضی "خراجی اراضی" کہلاتی ہے۔

خراجی اراضی سے متعلقہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ کار:

"خراجی زمین" سے مراد ایسی زمین ہے جسے مسلمانوں نے کافروں سے صلح یا غلبہ کے ذریعہ حاصل کیا ہو۔ابن منظور نے "خراجی زمین" کی تعریف اس طرح سے کی ہے: یہ وہ زمین ہے جس کا مالک غیر مسلم ہے اور اسلامی سلطنت کی حدود میں رہتا ہے، ایسے لوگ زمین سے اپنی سالانہ آمدنی سے خراج (ٹیکس) ادا کرتے ہیں[1]۔ خراجی اراضی کی تقسیم و عدمِ تقسیم نیز اُس پر "خِراج" سے متعلقہ رسولِ اکرم ﷺ کا طرزِ عمل ذیل کی سطور میں بیان کیا جاتا ہے: امام ابو یوسفؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب اہل بحرین (مجوس و یہود و نصاریٰ) جزیے کی ادائیگی پر صلح کر لی تو نبی مکرم ﷺ نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا جزیہ و خراج ان کے لیے لکھ دیں، لیکن انصار نے (ایثار کرتے ہوئے) عرض کیا: **لا والله حتى تكتب الاخواننا من قريش بمثلها**[2] نہیں، اللہ کی قسم ایسا نہ کیجیے جب تک کہ آپ ہمارے قریشی بھائیوں کے لیے لکھ دیں۔ خراجی زمین احسان کرتے ہوئے وہاں کے باشندوں کے حوالے کر دینا اور اس پر خراج عائد نہ کرنا بھی سیرتِ طیبہ سے ثابت ہے، جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ کیا۔ابو عبیدؒ اور ابن زنجویہؒ نے اپنی کتب میں اس پر ایک روایت نقل کی ہے: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اے انصار کی جماعت! کیا میں تمہیں تمہارے متعلق احادیث میں سے ایک حدیث نہ بتاؤں؟ پھر انھوں نے مکہ کے فتح ہونے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہا: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو گئے، پھر دو میں سے ایک بازو پر زبیرؓ کو بھیجا، دوسرے بازو پر خالد بن ولیدؓ کو اور ابو عبیدہ بن جراحؓ کو ان لوگوں کا سردار کیا جن کے پاس زرہیں نہ تھیں۔ انھوں نے گھاٹی کے درمیان والا راستہ اختیار کیا تو رسول اللہ ﷺ ایک

دستے میں تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے کہا: حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے انصار کو آواز دو اور انصار کے علاوہ میرے پاس کوئی اور نہ آئے۔ میں نے انھیں بلایا تو انصار آگئے اور آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے، اور قریش نے بھی اپنے اوباش لوگوں اور تابعداروں کو اکٹھا کیا۔ جب انصار نے نبی ﷺ کو گھیرے میں لے لیا تو فرمایا: تم قریش کے اوباشوں اور تابعداروں (ہر کام میں پیروی کرنے والوں) کو دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں سے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر (مارتے ہوئے) اشارہ فرمایا: ان کا صفایا کر دو، ان کا فتنہ دبا دو یہاں تک کہ تم مجھ سے صفا پر آملو۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: پھر ہم چلے، ہم میں سے جو کوئی (کافروں میں سے) جس کسی کو مارنا چاہتا، مار ڈالتا اور کوئی ہماری طرف کسی چیز (ہتھیار) کو آگے تک نہ کرتا، یہاں تک کہ ابوسفیانؓ آئے اور کہنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ! قریش کی جماعت (کے خون) مباح کر دیے گئے اور آج کے بعد قریش نہ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے گھر کے اندر چلا جائے اس کو امن ہے۔ پس لوگوں نے اپنے دروازوں کو بند کر لیا۔ [3]

نبی کریم ﷺ نے مکہ، مدینہ، یمن اور ارضِ عرب کو خراجی قرار نہیں دیا۔ یمن کے شہریوں پر ایک دینار اور ان کی فصلوں پر عشر اور نصف عشر مقرر کیا اور ان پر خراج نہیں رکھا[4]۔ مذکورہ تمام روایات سے نبی کریم ﷺ کے اہل مکہ کے ساتھ احسان کا طرز عمل کھل کر سامنے آتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مکہ کو فتح کیا اور پھر وہاں کے باشندوں پر احسان کرتے ہوئے مکہ انہی کو واپس کر دیا۔ نہ آپ ﷺ نے اسے غنیمت قرار دے کر تقسیم فرمایا اور نہ ہی اسے فئ قرار دیا۔ امام ابو عبیدؒ نے نبی کریم ﷺ کے اہلِ مکہ کے ساتھ احسان کے اِس تعامل کو مکہ مکرمہ کی امتیازی خصوصیات میں سے قرار دیا ہے[5]۔ یہ حقیقت ہے کہ کئی اعتبار سے مکہ مکرمہ کی امتیازی و خصوصی اہمیت ہے، اِس کا وہ مقام ہے جو کسی اور کا نہیں ہے، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "حرم تمام کا تمام مسجد ہے"[6]۔ امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ مکہ مکرمہ کی امتیازی خصوصیت کا نتیجہ ہے جو آپؐ نے اہل مکہ کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ غور کریں تو نبی کریم ﷺ نے سرزمین مکہ کے لیے کچھ ایسے طریقے اور قاعدے مقرر فرمائے ہیں جو آپ ﷺ نے کسی اور علاقے کے لیے مقرر نہیں فرمائے، اس لیے مکہ مکرمہ کی امتیازی حیثیت ہے جو اور کسی شہر کو حاصل نہیں ہے، جیسا کہ ذیل کی روایت اس پر بطور استشہاد پیش کی جا سکتی ہے۔

عن عائشة، قالت: قلت يا رسول الله ألا تبني لك بيتا، أو بناء يظلك من الشمس؟ تعني بمكة فقال: «لا إنما هي مناخ من سبق»[7]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مکہ میں کہا: "آپ یہاں اپنے لیے کوئی مکان (خیمہ) یا عمارت کیوں نہیں بنوالیتے جو دھوپ سے آپ کی حفاظت کرتا رہے؟"۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، یہ تو اس کے ٹھہرنے کے لیے ہے جو یہاں پہلے آجائے

جامع ترمذی کی روایت میں منیٰ میں خیمہ لگانے کے لیے حضرت عائشہؓ نے عرض کیا تھا **ألا نبني لك بيتا يظلك بمنى؟ قال: لا، منى مناخ من سبق**[8] امام مجاہدؒ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **مكة مناخ، لا تباع رباعها، ولا تؤخذ إجارتها، ولا تحل ضالتها إلا لمنشد**[9] سرزمین مکہ ٹھہرنے اور پڑاؤ کی جگہ ہے، نہ تو یہاں کے مکانات فروخت کیے جائیں گے، نہ یہاں کے مکانات کا کرایہ لیا جائے گا اور یہاں گم جانے والی چیز صرف اس کے لیے حلال ہے جو اس کو مالک تک پہنچانے کی تلاش جاری رکھے۔ مکہ مکرمہ کی سرزمین کے آداب و قوانین جب ایسے ہیں کہ یہاں کے مکانات کی خرید وفروخت نہیں ہو سکتی ،وہاں کا کرایہ ناروا ہے اور یہ علاقہ بمنزلہ مسجد کے ہے تو اسے غنیمت یا خراج قرار کیسے دیا جاسکتا ہے؟ کہ وہ ساری زمین خراجی بن جائے۔ خراجی زمینیں وہاں کے باشندوں کو دے دینا اور اُن پر خراج مقرر کرنا بھی رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت سے ثابت ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے بعض مفتوح بستیوں کو تقسیم کیے بغیر چھوڑ دیا تھا، آپ مکہ پر بزور قوت غالب آئے اور مختلف مال واملاک موجود تھے مگر آپ نے انھیں تقسیم نہیں کیا۔ قریظہ، نضیر اور ایک سے زیادہ عربی علاقوں پر آپ ﷺ فتح یاب ہوئے مگر آپ نے خیبر کے علاوہ کسی کو تقسیم نہیں کیا، اِسی بنیاد پر حضرت عمرؓ نے بھی سواد، شام اور مصر کے ان علاقوں کو تقسیم کیے بغیر چھوڑ دیا تھا۔ انھی واقعات کی روشنی میں امام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرح تقسیم کر دینے کی پالیسی پر عمل کرے تو یہ بھی درست ہے اور اگر تقسیم نہ کرے تو یہ بھی درست ہے۔ خراجی زمین وہاں کے باشندوں کو دینے اور اُن پر خراج مقرر کرنے کی مثال ارض خیبر ہے۔ ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر جنگ کے بعد طاقت کے ذریعے فتح کیا۔ اس طرح خیبر ان علاقوں

میں سے ہوگا جنھیں اللہ نے اپنے رسول پر فی بنا کر پلٹا دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرکے بانٹ دیا۔ اہل خیبر میں سے جنھوں نے جنگ کے بعد جلاوطنی منظور کرلی، انھیں رسول کریم ﷺ نے بلا کر فرمایا: "اگر تم چاہو تو یہ زمینیں اس شرط پر تمھیں واپس کردوں کہ تم ان پر کام کرو اور ان کی پیداوار ہمارے اور تمہارے درمیان نصف نصف ہو جائے اور جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں آباد رکھے آباد رہنے دوں" تو ان لوگوں نے اس شرط پر وہ زمینیں رکھنا منظور کر لیا۔[10] خیبر والوں کے ساتھ معاملہ مزارعت یا مساقاۃ کی شکل بنتا ہے۔ اس میں زمین کی پیداوار کا کچھ حصہ لیا جاتا ہے، اگر پیداوار ہو تو حصہ لیا جاتا ہے اور اگر پیداوار نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ملتا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: **عامل رسول الله ﷺ أهل خيبر على شطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع**[11] رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں سے وہاں کی زمین کی آدھی پیداوار کے عوض، خواہ وہ کھیت (کا غلہ) ہو یا (درختوں کے) پھل کے عوض معاملہ طے کیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین اور اس کے نخلستان وہاں کے باشندوں کو ہی آدھی پیداوار کے عوض دیے تھے[12]۔ چنانچہ خیبر کی پیداوار میں سے مسلمانوں کا نصف حصہ درج ذیل بنا:۔ کھجور: 40ہزار وسق جَو: 15ہزار صاع نوی: 5ہزار صاع[13]

خیبر لڑائی کے ساتھ فتح ہوا یا صلح کے ساتھ؟

اللہ کے رسول ﷺ نے خیبر کو صلح کے ساتھ فتح کیا یا "عنوۃ" یعنی لڑائی کرکے؟ تو اس سلسلہ میں کافی روایات موجود ہیں۔ پہلی رائے محدثین کی ہے کہ خیبر کا کچھ حصہ لڑ کر اور کچھ حصہ صلح کے ساتھ فتح ہوا ہے۔ امام مالکؒ ابن شہاب الزہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ: **أن خيبر كان بعضها عنوة وبعضها صلحاً**[14] خیبر کا بعض حصہ لڑائی سے اور بعض حصہ صلح سے حاصل ہوا۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے جب اُن کے امراء سے مصالحت کی تو یہ مصالحت بھی دلیل ہے کہ خیبر کا بعض حصہ لڑ کر فتح ہوا ہے[15]۔ دوسری رائے جمہور اہل سیر اور بعض محدثین کی ہے کہ غزوہ خیبر مکمل طور پر جنگ اور لڑ کر فتح ہوا۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں: "اصبناها عنوة" یعنی ہم نے اس کو لڑ کر فتح کیا[16]۔

امام ابو عبیدؒ کا بھی یہی مؤقف ہے کہ یہ لڑائی کے بعد بزور قوت حاصل کیا گیا۔ فرماتے ہیں: **أن رسول الله ﷺ افتتح خيبر عنوة بعد القتال**[17] رسول اکرم ﷺ نے خیبر کو لڑائی کے بعد حاصل کیا۔ اسی طرح رسول مکر

مﷺ نے باغ فدک کے سواء تمام چیزوں کو تقسیم کر دیا۔ علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ تقسیم بتلاتی ہے کہ خیبر کی زمین مکمل طور پر تقسیم کر دی گئی اور یہ قرینہ ہے کہ، غزوہ خیبر عنوۃ کے ساتھ فتح ہوا ہے نہ کہ صلح کے ساتھ۔ اسی طرح اگر خیبر صلح کے ساتھ فتح ہوا ہوتا تو آپؐ اہل خیبر کو ان کی زمینوں اور جائیداد کے مالک باقی رکھتے جیسے کہ عموماً قانون اور اصول ہے[18]۔ راجح مؤقف جمہور اہل سیر اور بعض محدثین کا ہے کہ غزوہ خیبر لڑائی کے ساتھ حاصل ہوا ہے، اگرچہ بعض جگہ پر مصالحت ہوئی ہے لیکن وہ بھی اس قتال اور محاصرہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ حافظ ابن سید الناس اور علامہ ابن القیم کا یہی مؤقف ہے[19]۔ علامہ ابن قیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں: **فالصواب الذی لاشک فیه: أنها فتحت عنوة**[20] درست بات جس میں کسی قسم کا شک نہیں وہ یہ ہے کہ غزوہ خیبر فتح کے ساتھ لڑ کر حاصل ہوا۔

خراج کی وصولی میں رسولِ اکرم ﷺ کا طریقہ کار:

"خراج" سے مراد وہ محصول اراضی ہے جو غیر مسلموں سے اُن کی زمینوں پر وصول کیا جاتا ہے۔ ابن منظور نے "خراج" کی تعریف اس طرح سے کی ہے: "خراج" اس ٹیکس کو کہا جاتا ہے جسے حکمران نے اہل الذمہ پر نافذ کر رکھا ہو اور وہ سالانہ حکومت وقت کو ادا کرتے ہوں۔[21] اسلامی شریعت میں "خراج" زمین پر عائد ہونے والا ایک قسم کا ٹیکس ہے جو مال کی ایک معین مقدار کا نام ہے، جسے حاکم وقت تجربہ کار لوگوں کے مشورہ سے مقرر کرتا ہے[22] عربی میں خراج کا لغوی معنی اجرت اور معاوضہ کے ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی آیت ہے: **ام تسئلهم خرجا** کیا آپ ﷺ اُن سے کچھ مال مانگتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں "خراج" بمعنی اجرت کے آیا ہے، امام فراء نے اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔[23] شرعی اصطلاح میں خراج اس محصول کو کہا جاتا ہے جو مسلمان حکمران نے قابل کاشت خراجی زمینوں پر مقرر کیا ہو۔ کتاب التعریفات میں "خراج" کی تعریف کے الفاظ یہ آئے ہیں: **الخراج الموظف: هو الوظيفة المعينة التي توضع على أرض**[24] خراج سے مراد وہ معین وظیفہ ہے جو زمین پر عائد کیا جائے۔ ☆امام نسفیؒ خراج کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **الخراجُ والغنيمة ما يأخذه المسلمون من أموال الكفار**[25] مسلمان جو مال کفار سے حاصل کریں وہ خراج اور غنیمت ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خراج سے مراد زمین کی پیداوار ہے[26] اور امام ابن منظور نے "لسان العرب" میں غلام اور لونڈی کی پیداوار (غلہ) کو بھی خراج قرار دیا ہے۔[27] مذکورہ تعریفات سے یہی معلوم ہوا کہ خراج سے مراد وہ وظیفہ جو مسلمان حاکم قابل زراعت خراجی زمین پر مقرر کر دیتا ہے۔الموسوعۃ الفقہیہ میں خراج کی تعریف اِن الفاظ میں ملتی ہے:**الخراج في الاصطلاح: للخراج في اصطلاح الفقهاء معنيان عام وخاص.فالخراج - بالمعنى العام - هو الأموال التي تتولى الدولة أمر جبايتها وصرفها في مصارفها. وأما الخراج - بالمعنى الخاص - فهو الوظيفة أو (الضريبة) التي يفرضها الإمام على الأرض الخراجية النامية**[28]

مذکورہ تعریفات کی روشنی میں گویا خراج کا اطلاق عام طور پر دو معانی پر ہوتا ہے:۔ **عمومی معنی:** جس کا مطلب ہے کہ صدقات وزکوٰۃ کے علاوہ ہر آمدنی جو بیت المال میں جائے اسے خراج کہا جاتا ہے۔[29] اس معنی کے اعتبار سے فے، جزیہ اور کسٹم آمدنی وغیرہ پر بھی خراج کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ **خصوصی معنی:** جس کا مطلب ہے کہ جنگ کے ذریعہ سے مفتوحہ اراضی کی وہ آمدنی جسے حاکم وقت نے مسلمانوں کے مفاد عامہ میں ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا ہو جیسا کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام کی قابل زراعت زمین کے ساتھ کیا تھا۔[30]

زمین سے حاصل شدہ اشیاء کے اعتبار سے خراج کی دو اقسام ہیں:۔

خراج وظیفہ یا مساحہ: اس سے مراد ہے کہ کوئی شے خراج دہندہ کے ذمہ واجب ہو چاہے وہ اس کی کاشت کرے یا نہ کرے۔ یہ رقبہ کے حساب ایک متعین شرح کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا اور خراج کی مقدار کا تعین زمین کی نوعیت اور پیداوار کی نوعیت پر ہوتا تھا۔ **خراج مقاسمہ:** یہ زمین کے رقبہ کے مطابق نہیں بلکہ اس کی پیدوار کا ایک عام حصہ طے کر لیا جاتا تھا، جیسے ربع یا خمس دینا واجب ہو۔ زمین کی نوعیت کے اعتبار سے بھی خراج کی درج ذیل اقسام ہیں:۔**الخراج الصلحی:** وہ خراج جو اس زمین پر لاگو کیا جاتا ہے جس کے باسیوں سے اس شرط پر صلح کی جاتی ہے کہ زمین ان کے پاس رہے گی اور انھیں خراج کی ایک معین مقدار ادا کرنی ہو گی۔**الخراج العنوی:** وہ خراج جو ایسی زمین پر لاگو ہوتا ہے جو بذریعہ طاقت وغلبہ حاصل کی گئی ہو یہ خراج اس وقت لاگو ہو گا جب حاکم وقت مذکورہ زمین کو مسلمانوں پر وقف کر دے۔[31]

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلام سے قبل مصر، ایران، روم وغیرہ کی سلطنتوں میں بھی خراج اور جزیہ کے محصولوں کا رواج موجود تھا۔[32] اسلامی تاریخ میں خراج سب سے پہلے خیبر سے حاصل ہوا، فتح خیبر کے وقت چونکہ ایک طرف خود مسلمانوں کے پاس اتنے وسائل نہیں تھے کہ وہ مفتوحہ زمینوں کی دیکھ بھال اور کاشت وغیرہ باآسانی کرا سکیں اور دوسری طرف یہود خیبر نے یہ پیش کش کی کہ زمین کو خراج کے عوض انہی کو کاشت کرنے دی جائے تو آپؐ نے اُن کی اِس رائے کو منظور فرمایا اور یہ شرط لگائی کہ جب ہم چاہیں گے آپ لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔[33] خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں عراق و شام کی مفتوحہ زمینوں پر خراج عائد کیا۔[34] سیّدنا عمرؓ نے مفاد عامہ کے استقرار کے لیے ایک مستحکم اور مستقل آمدنی کی ضرورت کو محسوس کیا اور پھر خراج کو اس مقصد کے لیے مستقل آمدنی قرار دیا۔ سیدنا عمرؓ نے شروع میں تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دیں، لیکن علیؓ اور معاذ بن جبلؓ کی رائے تھی کہ اسے تقسیم نہ کیا جائے، حتیٰ کہ انھوں نے حضرت عمرؓ کو ایسا کرنے سے خبردار کیا۔[35] خراج کی وصولی میں کسی زیادتی سے بچنے کے لیے پیداوار تاجروں کو فروخت کر کے حصے تقسیم کر لیے جائیں۔ خراج کی وصولی اندازہ کر کے نہ ہو، اس صورت میں خراج دینے والوں کے ساتھ زیادتی ہونے کا امکان موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو جب خیبر کی طرف بھیجا تو وہ ایسا ہی کرتے تھے:

> حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو نصف (پیداوار لینے کی شرط) پر بٹائی کا معاملہ کر کے یہود کے حوالے کر دیا تھا۔ آپ ﷺ عبداللہ بن رواحہؓ کو ان کے پاس بھیجتے تھے وہ اندازہ سے دو حصے کر دیتے اور پھر انھیں اختیار دیتے کہ دونوں حصوں میں سے جو حصہ چاہیں خود رکھ لیں یا آپ ان سے یہ کہتے: تم اندازہ (سے تقسیم) کرو اور مجھے اختیار دو (جو آدھا چاہوں لے لوں) اس پر وہ لوگ کہا کرتے تھے: اسی (عدل) کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں۔[36]

خراج کی مقدار:

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے خراج کی مقرر شرح نہیں رکھی بلکہ حالات، املاک اور افراد کے مطابق خراج کی شرح طے کی جاسکتی ہے۔ ہر زمین پر اتنا خراج لاگو کیا جائے جسے اس کے باشندے

باآسانی برداشت کر سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے بزور قوت خیبر کو فتح کیا لیکن آپ نے اس پر متعین خراج لاگو نہیں کیا بلکہ آپ نے ان کے ساتھ نصف پیداوار پر بٹائی کا معاملہ کر لیا۔ خراج کی مقدار معین نہیں ہے، اراضی اور حیثیت کے مطابق "اجتہاد" کی بنیاد پر مقدار مقرر کی جائے گی۔ جیسا کہ امام یحیٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں:۔**وأما أرضهم فعليها الخراج الذي وضعه عمر بن الخطاب: على الجريب قفيز ودرهم، وعلى النخل والرطاب والكرم والشجر ما وضعه عليهم عمر، فإن احتملوا أكثر من ذلك فلا يزاد عليهم، وإن عجزوا عن ذلك خفف عنهم، ولا يكلفون فوق طاقتهم "، كما قال عمر**[37]

حضرت عمرؓ نے علاقہ سواد کی پیمائش کے لیے حضرت عثمان بن حنیفؓ کو مقرر کیا[38] اور ان کے ساتھ معاون کے طور پر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو بھیجا[39]، جنھوں نے علاقے کا طول و عرض اور زمینوں کی پیمائش کی اور اُن پر مختلف شرحوں سے خواہ وہ مزروعہ ہو غیر مزروعہ، خراج عائد کر دیا۔ خراج کا یہ نظام ایسے ہی چلتا رہا جسے بعد میں آکر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مزروعہ اور غیر مزروعہ زمین پر خراج کی مقدار کو تبدیل کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم بھی جاری کیا کہ جو مسلمان ہو جائے اس سے خراج نہ لیا جائے۔[40] ☆ حضرت عمرؓ نے سواد کی کارآمد اور بے کار زمین پر، جس تک پانی پہنچتا ہو، ایک قفیز گیہوں یا ایک قفیز جَو یا ایک درہم نقد عائد کیا۔[41] ☆ حضرت عثمان بن حنیف نے سواد کے علاقوں میں مختلف مقدار سے خراج وصول کیا۔[42] ☆ عیاض بن غنم فہریؓ نے قادسیہ میں ایرانیوں کی شکست کے بعد الجزیرہ کے سرداروں پر فی کس دو دینار، دو مد گیہوں، دو قسط زیتون کا تیل اور دو قسط سرکہ (بطور خراج) مقرر کیا۔ عبدالملک بن مروانؒ نے اپنے دور میں خراج کی فی کس شرح بڑھا کر چار دینار کر دی اور انھوں نے شہر سے قریب اور دور کے لحاظ سے بھی مختلف املاک پر مختلف شرحیں عائد کر دیں[43]۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ریاست کی زمینوں میں سے صوافی زمینوں سے خراج کی آمدنی چالیس لاکھ درہم اور سواد کی زمینوں سے ستر لاکھ درہم تک خراج وصول ہوتا تھا۔[44] امام ابو یوسفؒ خلیفہ کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے: یہ بات تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ اس وقت ان لوگوں کی زمینوں پر جو خراج عائد کیا گیا تھا اسے وہ برداشت کر سکتی تھیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دونوں صحابیوں نے یہی اطلاع دی تھی اور ہمارے علم کی حد تک کسی شخص نے بھی اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیا۔۔ لیکن اب ایسی کارآمد زمینیں زیادہ ہیں جن پر کاشت نہیں کی جارہی اور بہت ساری زمینیں ایسی ہیں جو کم و بیش سو سال سے بے کار پڑی ہیں، اس لیے اب میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ

محصول کے طور پر غلہ کی کوئی متعین مقدار یا درہموں کی کوئی متعین تعداد، مختلف شرحوں کے ساتھ ان پر عائد کرنا سلطان اور بیت المال کے لیے نقصان کا باعث ہوگا[45]۔ متعین مقدار غلہ کی صورت میں اگر غلہ بہت سستا ہوا تو حاکم اس مقدار کو ناکافی سمجھے گا اور ریاست کے معاملات چلانے میں دشواری ہوگی۔ اگر غلہ مہنگا ہوا تو خراج ادا کرنے والوں کو مقدار زیادہ معلوم ہوگی۔ ارزانی اور گرانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، ان کا حال یکساں نہیں رہتا، ارزانی غلہ کی کثرت کے سبب نہیں ہوتی اور نہ ہی گرانی اس کی کمی کے سبب ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں نرخ گراں ہوگئے تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ہمارے لیے نرخ مقرر نہ فرمادیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> **إن الله هو المسعر، إن الله هو القابض، إن الله هو الباسط، وإني والله ما أعطيكم شيئا ولا أمنعكموه، ولكن إنما أنا خازن أضع هذا الأمر حيث أمرت، وإني لأرجو أن ألقى الله وليس أحد يطلبني بمظلمة ظلمتها إياه في نفس ولا دم ولا مال**[46]
>
> اللہ ہی نرخ مقرر فرمانے والا ہے، اللہ ہی تنگی پیدا کرنے والا ہے، اللہ ہی فراخی پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نہ تو تم کو کوئی چیز دے سکتا ہوں اور نہ تم سے کسی چیز کو روک سکتا ہوں بلکہ میں صرف خازن ہوں، جیسا حکم ملتا ہے ویسا کرتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے کسی ایسی یادتی کا مواخذہ کرنے والا نہ ہو جو میں نے اس پر جان، خون یا مال کے سلسلہ میں کی ہو۔

ائمہ وفقہاء کے ہاں خراج کی مقدار کا تعین ایک اجتہادی مسئلہ ہے، اس لیے اس کی مقدار میں حالات وواقعات اور زمینوں کی اقسام کے مطابق خراج میں کمی اور زیادتی کی جا سکتی ہے۔[47] جبکہ امام ابو یوسفؒ خراج میں اضافہ کو جائز نہیں سمجھتے[48]۔ زمین سے پیداوار نہ ہونے کی صورت میں غیر مسلموں سے خراج وصول نہیں کیا جائے گا اور فصل کو جزوی نقصان کی صورت میں خراج میں اُسی تناسب سے کمی کی جائے گی۔[49]☆ امام ابن قیمؒ صرف ایسی صورت میں خراج کی معافی کے قائل ہیں جب خراج ادا کرنے والے کا ذاتی عمل دخل کارفرمانہ ہو، اُس کے کسی عمل کی وجہ سے فصل کو نقصان پہنچنے پر اُسے ہرگز چھوٹ نہیں دی جائے گی۔[50] خراج کس صورت میں وصول کیا جائے، غلہ یا

دراہم کی صورت میں ؟۔ارزانی اور گرانی کی ہر ایک صورت سے بچنے کے لیے فصل کی پیداوار میں ایک تناسب طے ہو جانا موزوں ترین ہے اور افسران و حکمران کی ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ ہے۔ نبی کریم ﷺ خیبر والوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہی کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو نصف(پیداوار خود لینے کی شرط)پر خیبر والوں کے حوالے کر دیا تھا۔ چنانچہ خیبر رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں، پھر ابو بکرؓ کے دور میں، پھر حضرت عمرؓ کے بیشتر دور حکمرانی میں انہی کے پاس رہااور پھر حضرت عمرؓ ہی نے اسے ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکال لیا[51]۔ نیز حضرت عبداللہ بن رواحہ اہل خیبر سے اسی انداز میں نصف حصہ وصول کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیاتب خیبر والے کہنے لگے: ہم زمین کے کام کاج کو آپ لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے اسی شرط پر انھیں زمین دے دی۔ پھر (جب کھجور کے توڑنے کا وقت آیا تو) آپ ﷺ نے تقسیم کرنے کے لیے عبداللہ بن رواحہؓ کو ان کے پاس بھیجا، انھوں نے آپ کو ہدیہ پیش کیا جسے آپ نے رد کر دیا اور فرمایا: مجھے نبی ﷺ نے اس لیے نہیں بھیجا کہ میں تمہارا مال کھاؤں بلکہ مجھے تو تمہارے مال کی تقسیم کے لیے بھیجا ہے۔ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو میں یہ حساب کا عمل کر کے تمہارے لیے نصف حصہ مقرر کر دوں اور اگر تم حساب لگانا چاہو تو میرے لیے نصف کا تعین کر دو۔ انھوں نے کہا: اسی انصاف اور سچائی کی بناپر ہی زمین و آسمان اپنی جگہ پر قائم اور ٹھہرے ہوئے ہیں۔[52]

مذکورہ بالا روایت میں خراج کی وصولی میں عاملین اور متعلقین کے لیے نصیحت ہے، انھیں ہدیہ قبول کرنے اور خراج کی وصولی میں ہر طرح کے ظلم وزیادتی سے اجتناب کرنا چاہیے اور کوئی ایسی صورت اختیار نہیں کرنی چاہیے جس سے اُن پر زیادتی ہوتی ہو۔ خراج کی مد میں آنے والے مال کی تقسیم کرنے میں سیرت طیبہ سے طے شدہ حصے کے بارے کوئی اصول اور نص نہیں ملتی۔ اس کا معاملہ حاکم پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ مفاد عامہ کو سامنے رکھتے ہوئے جو بہتر سمجھتا ہے وہ کر لے۔ رسول کریم ﷺ نے خیبر کے اموال میں سے مندرجہ ذیل افراد کے لیے بطور وثیقہ جو تحریر لکھوائی، اُس میں درج ذیل صحابہ کے حصے اس طرح سے تھے:

حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت ربیعہؓ بن حارث اور ابن عبیدہ بن حارث میں سے ہر ایک کو100، 100 وسق۔۔ حضرت عائشہؓ کو 200 وسق، حضرت اسامہ بن زیدؓ کو

200 وسق غلہ اور 100 سو وسق کھجور۔۔۔ابو سفیانؓ بن حارث بن عبد المطلب اور عقیل بن ابو طالبؓ کو 120 وسق۔۔۔ جعفرؓ بن ابو طالب کی اولاد، قاسم بن مخرمہ بن عبد المطلب اور ابو نبقہ میں سے ہر ایک کو 50 وسق۔۔۔صفیہ بنت عبد المطلب، ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب اور ام ہانی بنت ابو طالب میں سے ہر ایک کو 40 وسق۔۔۔ام حکیمؓ بنت ابو طالب، مسطح بن اثاثہ، ہند ہمشیرہ مسطح، حسینہ بنت ارث بن مطلب اور صلتؓ بن مخرمہ میں سے ہر ایک کو 30 وسق اور ام بصرہ کو 20 وسق[53]۔

خیبر کے گیہوں کی تقسیم کا وثیقہ جات اس طرح سے تھا: جملہ ازواج کے لیے 180 وسق، فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے لیے 85 وسق، اسامہ بن زید کے لیے 40 وسق، مقداد بن اسود کے لیے 15 وسق اور ام رمیثہ کے لیے 5 پانچ وسق۔[54] حضرت ابو بکرؓ کے پاس مال آیا تو آپؓ نے سب صحابہ کرام میں برابر تقسیم کیا، ہر کسی کو بیس، بیس درہم ملے[55]۔ مگر حضرت عمرؓ نے تقسیم میں ترجیحی سلوک کیا۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: **ولکنا علی منازلنا من کتاب اللہ عزوجل وقسمنا من رسول اللہ ﷺ**۔[56] اللہ عزوجل کی کتاب کی روشنی میں اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق کے اعتبار سے ہم سب کے رتبے جدا جدا ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے مہاجرین وانصار میں سے سبقت وقدامت کا شرف رکھنے والوں میں سے ہر ایک کو جو غزوہ بدر میں شریک ہوا تھا فی کس پانچ ہزار اور جو شریک نہیں ہوئے تھے ان کو فی کس چار ہزار دیا۔[57] حضرت عمرِ فاروقؓ نے عربی اور موالی تمام عوام کے لیے فی کس تین سو، چار سو کے حصے مقرر کیے۔ مہاجرین اور انصار کی عورتوں کے لیے بھی آپؓ نے چھ سو، چار سو، تین سو اور دو سو فی کس کے حساب سے وظائف مقرر کیے۔[58]

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے غیر مسلموں سے حاصل کی گئی خراجی اراضی کو تقسیم کرنے اور تقسیم نہ کرنے کے بارے دونوں تعامل وآراء موجود ہیں نیز وہ اراضی انھیں غیر مسلموں کو خراج کے بدلے میں دے دینا بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں عراق کی جو اراضی فتح ہوئی تھی اُسے آپؓ نے ریاست کے زیرِ ملکیت قرار دیا تھا اور تقسیم نہیں کیا تھا۔ خراجی اراضی سے وصول ہونے والے خراج

کی کوئی معین اور فکس مقدار نہیں ہے بلکہ حاکم وقت کی صوابدید پر ہے کہ وہ اراضی، اس کی پیداوار اور دیگر اہم امور کو مدِ نظر رکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے۔ پیداوار نہ ہونے کی صورت میں خراج معاف کر دینے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، **لسان العرب**(بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 252/2.

Ibne Mānzoor, Afrīqi, Lisān al Arab, Dār Sādīr Beīrūt, ھ1414,2/252.

[2]۔ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**(بیروت: دار المعرفۃ، 1418ھ)، 23.

Abū Yūsuf Yʿaqūb Bin Ibrāhīm,Kitāb Al-Khirāj(Beīrūt:Dār Al-Mʿarifa,1418AH),23.

[3]۔ابو عبید قاسم بن سلام، **کتاب الاموال**(بیروت: دار الفکر، س۔ن۔)، 81/1، رقم: 157؛ حمید بن مخلد ابن زنجویہ، **کتاب الاموال**(الریاض: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، 1406ھ)، 200/1، رقم: 239.

Abū Ubaīd Qāsim Bin Salām,Kitāb Al-Amwāl(Beīrūt:Dar Al-Fikar,n.d.),1:81,No:157; Ḥamīd Bin Makhlad Ibn Zanjawaīh,Kitāb Al-Amwāl(Al-Riyaḍ:Markaz Al Malik Faīṣal Lilbuḥūth Wal-Dirāsāt Al-Islāmiyya,1406AH),1:200,No:239.

[4]۔ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 71.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,71.

[5]۔ابو عبید، کتاب **الاموال**، ص: 84.

Abū Ubaīd,Kitāb Al-Amwāl,1:84.

[6]۔ محمد بن اسحاق الفاکہی، **اخبار مکہ** (بیروت: دار خضر، 1414م)، 178.

Muhammad bin Ishaq al-Fakihi, Akhbar Makkah, (Bayrūt, Dār Khizar),1414,178

[7]۔ابو عبید، کتاب الاموال **الاموال**، 83/1، رقم: 160؛ محمد بن یزید ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**(لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2007ء)، رقم: 307.

Abū Ubaīd,Kitāb Al-Amwāl,1:83,No:160;Muḥammad Bin Yazīd Ibn Māja,Sunan Ibn Māja(Lahore:Maktaba Rahmāniya,2007),No:307.

[8]۔ محمد بن عیسی الترمذی، **سنن الترمذی**(بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998م)، رقم: 881.

Muḥammad Bin ʿīsā Al-Tirmadhī,Sunan Al-Tirmadhī(Beīrūt:Dār Al-Gharab Al-Islāmī,1998),No:881.

[9]۔ابو عبید، **کتاب الاموال**، 84.

Abū Ubaīd,Kitāb Al-Amwāl, 84.

[10]۔ابو عبید، **کتاب الاموال**، 70، رقم: 141.

Abū Ubaīd,Kitāb Al-Amwāl,1:70,No:141.

[11]۔ابو عبید، **کتاب الاموال**، 97، رقم: 192؛ 582/1، رقم: 1436.

Abū Ubaīd,Kitāb Al-Amwāl,1:97,No:192;1:582,No:1436

[12]۔ابو عبید، **کتاب الاموال**،97،رقم:191؛ابن زنجویہ،**کتاب الاموال**،1066/3،رقم:1977.

Abū Ubaīd,Kitāb Al-Amwāl,1:97,No:191;Ibn Zanjawaīh,Kitāb Al-Amwāl,3:1066,No:1977.

[13]۔محمد بن عمر الواقدی،**المغازی**(بیروت:دار الاعلمی،1409ھ)،711/2.

Muḥammad ibn ʿUmar al-Wāqidī,

[14]۔ابو داؤد سلیمان بن الاشعث،**سنن ابو داؤد**(بیروت:المکتبۃ العصریۃ،س۔ن)،رقم:2017.

Abū Dā'ūd Sulaīmān Bin Al-Ashʿath,Sunan Abū Da'ūd(Beīrūt:Al-Maktaba Al-Aṣriyya,n.d.),No:2017.

[15]۔ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی،**دلائل النبوۃ**(بیروت:دار الکتب العلمیہ،طبع اولی،1405ھ)،236/4.

[16]۔البخاری، **صحیح بخاری**،رقم:364.

Al-Bukhārī,Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī,No:364.

[17]۔ابو عبید،کتاب **الاموال**،ص:70.

Abū Ubaīd,Kitāb Al-Amwāl,70.

[18]۔محمد بن عبد اللہ ابن سید الناس،**عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**(بیروت:دار القلم،س۔ن)،189/2.

[19]۔ابن سید الناس،**عیون الاثر**،189/2.

[20]۔محمد بن ابی بکر ابن قیم،**زاد المعاد فی ھدی خیر العباد**(بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ،2001م)،444.

[21]۔ابن منظور،**لسان العرب**،252/2.

[22]۔**المؤمنون**،23:72.

[23]۔محمد بن محمد الزبیدی،**تاج العروس**(بیروت:دار الفکر،1994م)،509/5.

[24]۔علی بن محمد الجرجانی،**التعریفات**(بیروت:دار الکتب العلمیۃ،1983م)،98/2.

[25]۔البرکتی،**التعریفات الفقھیہ**،86.

[26]۔ابو یوسف،**کتاب الخراج**،34.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,34.

[27]۔ابن منظور،**لسان العرب**،251/2.

[28]۔**الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ**،52/19.

[29]۔علی بن محمد البصری الماوردی،**الاحکام السلطانیۃ**(مصر:مطبعۃ الاتحاد المصری،1909م)،164.

[30]۔السعدی،**سیاسۃ المال فی الاسلام فی عھد عمر بن الخطاب**،174.

[31]۔ الجرجانی، **التعریفات**، 99/2.

[32]۔ محمد ضیاء الدین الریس (**کتاب الخراج والنظم المالیة للدولیة الاسلامیة**، قاہرہ: دار الانصار، س۔ن)، 403.

[33]۔ محمد بن جریر الطبری، **تاریخ الامم والملوک** (بیروت: دار ابن کثیر، 1418ھ)، 139/2.

Muḥammad Bin Jarīr Al-Ṭabarī,Tārīkh Al-Umam walmulūk(Beīrūt:Dār Ibn Kathīr,1418AH),2:139.

[34]۔ محمد عثمان شبیر، **احکام الخراج فی الفقہ الاسلامی** (کویت: دار الارقم، 1986م)، 22.

[35]۔ السعدی، **سیاسة المال فی الإسلام فی عہد عمر بن خطاب**، 67.

[36]۔ ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 61.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,61.

[37]۔ یحیٰ بن آدم، **الخراج** (م۔ن: المطعبة السلفیة ومکتبتھا، 1384ھ)، 23.

Ibn Ādam, Al-Khirāj,23.

[38]۔ عبد العزیز بن محمد الرحبی، **فقہ الملوک ومفتاح الرتاج المرصد علی خزانة کتاب الخراج** (م۔ن: احیاء التراث الاسلامی، 1973م)، 204.

[39]۔ عثمان بن علی الزیلعی، **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق** (ملتان: مکتبہ امدادیہ، س۔ن)، 273/3.

[40]۔ الطبری، **تاریخ الامم والملوک**، 569/6.

Al-Ṭabarī,Tārīkh Al-Umam walmulūk,6:569.

[41]۔ ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 99.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,99.

[42]۔ ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 51؛ الماوردی، **الاحکام السلطانیة**، 189.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,51;

[43]۔ عبد اللہ بن یوسف الزیلعی، **نصب الرایہ لاحادیث الھدایة** (بیروت: مؤسسة الریان للطباعة والنشر، الاولیٰ، 1997م)، 158/2.

[44]۔ ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 69.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,69.

[45]۔ ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 59.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,59.

[46]۔ ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 60.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,60.

[47]۔ الماوردی، **الاحکام السلطانیة**، 189.

[48]۔ ابویوسف، **کتاب الخراج**،34.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,34.

[49]۔ محمد بن احمد السرخسی، **المبسوط**(بیروت: دارالکتب العلمیۃ،1403ھ)،83/10.

[50]۔ محمد بن ابی بکر ابن ابی قیم، **احکام اھل الذمۃ**(القاھرۃ: دارالحدیث،1428ھ)،106/1.

[51]۔ ابن ابی قیم، **احکام اھل الذمۃ**،106/1.

[52]۔ ابویوسف، **کتاب الخراج**،62.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,62.

[53]۔ الواقدی، مغازی،694/2.

[54]۔ محمد حمید اللہ، **مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ**(بیروت: دارالنفائس،1407ھ)،95.

Muḥammad Ḥamīdullāḥ,Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā(Beīrūt:Dār Al-Nafā'is,1407AH),95.

[55]۔ ابویوسف، **کتاب الخراج**،57.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,57.

[56]۔ ابویوسف، **کتاب الخراج**،57.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,57.

[57]۔ ابویوسف، **کتاب الخراج**،53.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,53.

[58]۔ ابویوسف، **کتاب الخراج**،56.

Abū Yūsuf,Kitāb Al-Khirāj,56.